عربی زبان کی خصوصیات وامتیازات

مضطر عباسی

اسپرانتو جو یورپ کے ماہرین لسانیات کا آخری شاہکار ہے، اس میں R،J،H،C اور U کا تلفظ بہت سی یورپی اقوام کے لئے نا قابل قبول ہے، انگریزی بولنے والی اقوام ان حروف کے علاوہ T اور D پر بھی معترض ہیں کہ ہمارے لئے یہ حروف جن آوازوں کے لئے مخصوص ہیں، ان کا ادا کرنا مشکل ہے۔

عربی میں ۲۹ حروف ہجا ہیں، اور ہر حرف ایک مخصوص آواز کے لئے ہے، اس کے برعکس انگریزی میں ۳۱ حروف ہجا ہیں جن سے ۵۵ آوازیں پیدا کی جاتی ہیں، اب اگر انگریزوں کو عربی کی ۲۹ آوازیں قبول نہیں تو عربوں کو انگریزوں کی ۵۵ آوازیں کیونکر قبول ہوسکتی ہیں، چینی زبان میں دو ہزار کلمات کی ادائیگی کے لئے چار سونو (۴۰۹) آوازیں پیدا کی جاتی ہیں، جن میں سے بہت سی آوازیں خود چین کے مختلف علاقوں کے لوگوں کے لئے مشکل ہیں، غرض دنیا بھر کی زبانوں کے تلفظ کے مقابل میں عربی کا تلفظ آسان ترین ہے۔

یہ ایک اصولی بات ہے کہ جس زبان میں ابتدائی اور مفرد آوازیں کم سے کم ہوں گی، اس کا تلفظ آسان ہوگا، نیز آسان تلفظ اور قابل قبول صوتی نظام کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ایک آواز کے لئے ایک حروف اور ایک حرف ایک ہی آواز کے لئے مخصوص ہو، انگریزی میں C ک، س، چ اور ش کی مختلف آوازیں دیتا ہے، گویا ایک حرف ایک آواز کے لئے مخصوص نہیں، اسی طرح ایک ش کی آواز کے لئے C، S، SS، SH اور TIO کے حروف استعمال ہوتے ہیں، گویا ایک آواز کے لئے ایک حرف مخصوص نہ رہا، اسپرانتو میں C، ت اور س دونوں کی مرکب آواز دیتا ہے جبکہ K اور T ان دونوں آوازوں کے لئے الگ الگ موجود ہیں، اسی طرح اسپرانتو میں چ کے لئے C اور CH دونوں مستعمل ہیں۔

عربی میں صوتی نظام کی یہ خصوصیت پوری آب وتاب کے ساتھ جلوہ گر ہے...... قابل قبول صوتی نظام کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ اس کے کلمات میں نہ تو کوئی حرف زائد ہو جس کی آواز نہ ہو اور نہ ہی کوئی ایسی آواز ہو جس کے لئے

حرف نہ ہو، دنیا کی بیشتر زبانیں اس خصوصیت سے محروم ہیں۔

انگریزی میں Daughter (ڈاٹر) میں G.U اور H کی آواز نہیں، یہ تینوں حروف تلفظ کے اعتبار سے زائد ہیں اور Examination (ایگزامینیشن) میں X کی آواز Z کی ہے اور CUT میں U، A کی جگہ استعمال کیا گیا ہے اور Cough (کف) میں F (ف) سرے سے موجود ہی نہیں اور اس کی آواز پائی جاتی ہے۔

عربی میں کوئی ایسا حرف نہیں جس کی آواز نہ ہو اور نہ ہی کوئی ایسا حرف ہے جو کسی دوسرے حرف کی آواز دیتا ہو، رہا علم تجوید کی رو سے ''من ماء'' کی جگہ مماء پڑھنا یا حروف شمسی سے پہلے کلمہ تعریف کے ''ل'' کا آواز نہ دینا وغیرہ یہ قواعد کے مطابق ہے لیکن انگریزی زبان میں CUT میں A کی جگہ U کا آنا یا U کی جگہ A کا پڑھنا کسی قاعدے کی رو سے نہیں، اس کے علاوہ یہ بھی حقیقت ہے کہ تلفظ میں روانی، سلاست اور حلاوت پیدا کرنے کے لئے دنیا بھر کی زبانوں میں اس قسم کی تبدیلیاں جان بوجھ کر پیدا کی جاتی ہیں، انگریزی میں DO NOT کی جگہ DONT فارسی میں ''تورا'' کی جگہ ''ترا''، ''ہم این'' کی جگہ ''ہمیں'' دین و دانش کی جگہ ''دین دانش'' اور فرانسیسی میں ''ووز، آوے'' (VOUS, AVEZ) کی جگہ ''وو، زا، وے'' (VO.ZA.VE) وغیرہ اس روانی، سلاست اور حلاوت کی مثالیں ہیں، فرانسیسی ووز، آوے (VOUS.AVEZ) میں قرأت کی اس تبدیلی کے علاوہ ایک دوسری تبدیلی بھی پیدا ہوگئی ہے اور وہ یہ کہ دوسرے کلمے کے پہلے حرف A کو جو حرف صحیح (CONSONANT) تھا، پہلے کلمے کے آخری حرف S کے ساتھ ملا کر حرف علت (VOWEL) میں بدل دیا گیا ہے، باقی AVEZ کے آخری حرف Z کا آواز نہ دینا، سو یہ فرانسیسی کا عام نقص ہے کہ اس زبان میں R اور L کے علاوہ کلمہ کے آخر کوئی دوسرا حرف ہو تو وہ عام طور پر بے آواز ہوتا ہے اور یہ R اور L وہی دو حرف ہیں جن کے باعث انگریزی کا صوتی نظام فرانسیسیوں، چینیوں اور جاپانیوں کے لئے دردسر بن گیا ہے اور جاپانی ''لنڈن'' (LONDON) کو ''رنڈن'' (RONDON) کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔

غرض قرآن کی قرأت کے بارے میں علم تجوید جن تبدیلیوں کی سفارش کرتا ہے، وہ قواعد کے مطابق اور کلام میں حلاوت پیدا کرنے کی خاطر ہیں، ورنہ ''من ماء'' کے ''ن'' کو ''م'' سے نہ بدلا جائے تو اسے غلط نہیں کہا جائے گا، لیکن انگریزی کے کٹ (CUT) میں A کو U سے نہ بدلا جائے یا U کی آواز A کی آواز میں نہ بدلی جائے تو اسے فحش غلطی تصور کیا جائے گا۔

(۵)......اختصار:......عالمی زبان کو مختصر ہونا چاہئے، عام طور پر اختصار کا مفہوم یہ لیا جاتا ہے کہ زبان کا ذخیرہ الفاظ محدود ہو، جیسا کہ بوڈمر (BODMER) نے سفارش کی ہے، لیکن ہمارے ہاں ذخیرہ الفاظ کے محدود ہونے کے علاوہ زبان کے اختصار میں حسب ذیل امور شامل ہیں:

(۱)......غیر ضروری کلمات نہ ہوں، جیسے اردو میں ''ہے''، ''نے''، ''کو'' وغیرہ کلمات ہیں۔

(۲)......ایسے کلمات نہ ہوں جن کا کام علامات سے لیا جاسکتا ہو، جیسے کا، کی، کے وغیرہ۔

(۳)......مفرد کلمات کی جگہ مرکب کلمات کا عام استعمال نہ ہو جیسے "معبد" کی جگہ "عبادت خانہ" ہے۔

(۴)......کلمات یک رکنی یا زیادہ سے زیادہ دو رکنی ہوں اور بغیر معانی اور مفہوم کے اضافے کے کلمہ کے رکنوں (آوازوں) میں اضافہ نہ کیا جائے۔

عربی غیر ضروری کلمات سے پاک ہے، اس کے برعکس اردو میں فاعل کی علامت "نے" مفعول کی علامت "کو" انگریزی میں کلمات تنکیر A اور AN وغیرہ ایسے زائد کلمات ہیں جن کے بغیر کام چل سکتا ہے، مثلاً فارسی میں علامت فاعل کوئی نہیں اور پڑھنے یا سننے والے کو اس کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی، اردو میں بے جان مفعول کے ساتھ کسی قسم کی علامت نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے، مثلاً "اسلم سیب کھا رہا تھا" قسم کے اردو جملوں میں فاعل اور مفعول دونوں کی علامتوں کو حذف کر دیا گیا ہے، اس کے باوجود کلام میں خرابی واقع نہیں ہوئی۔ "اسپرانتو" میں فاعل کی علامت کا وجود نہیں، البتہ مفعول کے آخر "ن" (N) لگاتے ہیں۔ "ASLAM LEGAS LIBRON" (اسلم کتاب پڑھتا ہے) اس میں LIBRO (کتاب) کے آخر "N" بطور علامت مفعول استعمال ہوا ہے۔

دوسری قسم کے زائد کلمات سے مراد وہ کلمات ہیں جن کی ضرورت علامات یا کلمات کی ترتیب سے پوری کی جاسکتی ہو، جیسے کلمات اضافت و ربط وغیرہ، اردو میں کا، کے، کی، انگریزی میں S یا OF کلمات اضافت کی مثالیں ہیں، فارسی میں ان کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی اور ایک زیر (......ِ) سے مرکب اضافی بنا لیا گیا ہے، باقی رہا کلمات ربط کا ہونا، سو یہ بیشتر زبانوں میں ہیں۔ "ہے"، "میں"، "ہوں"، فارسی میں "است"، "اند" وغیرہ انگریزی میں IS، AN وغیرہ، اسپرانتو میں ESTAS چینی میں "یو" (YO) اور "شی" جاپانی میں "آری ماسو" (ARIMASO) اور "ای ماسو" (IMASO) وغیرہ سب کلمات ربط ہیں، پھر ان کے استعمال کے بیسیوں قواعد ہیں جن سے نو آموز بیشمار الجھنوں کا شکار ہو جاتا ہے۔

سلاد زبانوں میں کلمات ربط نہیں ہوتے، ان میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ زبان روسی ہے، اس کے دو جملے ملاحظہ فرمائیں: (۱) دوست...... یہاں گھر (ہے)......(۲) دوم تام......گھر وہاں (ہے)

ان دونوں جملوں میں "ہے" کے لئے کوئی علامت یا کلمہ نہیں، یہ قاری کی ذہانت پر منحصر ہے کہ وہ انہیں مرکب اشاری تصور کرے یا جملہ اور جملہ بھی خبریہ سمجھے یا استفہامیہ، اس لئے کہ روسی میں عربی کے "ھل" یا "أ" کا کوئی متبادل نہیں، جرمنی میں بھی "ھل" کے لئے کوئی کلمہ نہیں، ان میں کلمہ ربط کو مسند الیہ سے پہلے لا کر جملہ سوالیہ بنا لیا جاتا ہے، لیکن روسی میں یہ صورت بھی نہیں ہو سکتی۔

زوائد کی تیسری صورت میں وہ مرکبات ہیں، جن کی جگہ مفردات استعمال کئے جاسکتے ہیں، اس کی بدترین مثال

انگریزوں اور امریکیوں کا تازہ ترین شاہکار بیسک انگلش (BASIC ENGLISH) ہے، جہاں دو دو تین تین مفرد کلمے جوڑ کر ایک مفہوم پیدا کیا جاتا ہے، عربی میں ایسے مفرد کلمات کی خاصی تعداد ہے جن کے تراجم کے لئے دوسری زبانوں میں مرکبات استعمال کیے جاتے ہیں، معبد، مدفن، مذبح، مقتل، طیارہ، اقدام، مستشرق، استخبار وغیرہ بے شمار مثالیں ہیں۔

عربی کے مادے کم و بیش نوے فیصد یک رکنی (سہ حرفی) ہیں، جنہیں لب و دہن کی ایک ہی جنبش سے ادا کیا جاسکتا ہے، گو چینی کلمات میں بھی یہ خوبی پائی جاتی ہے، جیسے من (دروازہ) یو (یہاں ہے) کو (مشق) رن یا جن (آدمی) دو (میں متکلم) شی (ہے، ہیں، ہوں) پو (قدم) جی (جاننا) جو (جانا) دو (راستہ) کن (دیکھنا) خو (خوش) چا (چائے) نا (کیوں) وغیرہ بعض کلمات دو رکنی بھی ہیں، جیسے ''لا ای'' (آنا) اور ''ہوئی'' (واپس ہونا) وغیرہ لیکن چینی میں کوئی کلمہ مادہ نہیں ہوتا جس سے نئے کلمات بن سکیں۔

باقی رہے عربی مشتقات سو ان میں حروف کی زیاتی کے ساتھ ساتھ معانی و مطالب میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے، اس لئے انہیں ثقیل یا اختصار کے خلاف نہیں کہا جاسکتا، اس لئے کہ ان کے تراجم میں دوسری زبانوں کے مرکبات استعمال کیے جاتے ہیں جو بہر کیف اختصار کے خلاف ہیں۔

بوڈمر (BODMER) نے ''اسپرانتو'' پر تنقید کرتے ہوئے حروف کی علامت (^) پر اعتراض کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ نشان یا علامت کفایت شعاری کے خلاف اور زود نویسی میں حارج ہے، آپ غور فرمائیں کہ صرف ایک سنان (^) جیسے ''C'' پر لکھ ''چ'' اور ''S'' پر لگا کر ''شش'' کی آوازیں پیدا کی جاتی ہیں زبان پر غیر ضروری بوجھ بن جاتا ہے تو یہ درجنوں قسم کے زائد کلمات، یہ علامات فاعل و مفعول، یہ کلماتِ تعریف و تنکیر، امدادی افعال اور کلمات ربط کی بھرمار اور ایک ایک مفہوم کے لئے دو دو تین تین کلمات کے مرکبات کس قدر طوالت اور بوجھ کا باعث ہوں گے، عربی ان تمام زوائد اور غیر ضروری کلمات سے پاک اور خالی ہے، اس میں مسند الیہ کا معرفہ ہونا کلمہ ربط کی ضرورت کو پورا کر دیتا ہے، مضاف الیہ کا مجرور ہونا کلمہ اضافت کے تکلف سے نجات دلا دیتا ہے، مفعول کا منصوب ہونا ''کو'' اور ''را'' جیسے علامتی کلمات کی کمی محسوس ہونے نہیں دیتا، ''ال'' کا نہ ہونا علامت تنکیر (جس کے لئے چینی میں گیارہ کلمے ہیں) کی نشاندہی کر دیتا ہے، فارسی میں بے شمار کلمات کے ساتھ کدہ، خانہ، یا جائے کے کلمات لگاتے ہیں، انگریزی میں HOUSE اور PLACE وغیرہ کلمات کا کس کثرت سے استعمال کیا جاتا ہے، لیکن عربی کا ایک اسم ظرف کا وزن، ان تمام مرکبات کی جگہ لے لیتا ہے۔

یہ تھا ان خوبیوں یا خواص کا بیان جن کا عالمی زبان میں پایا جانا ضروری ہے اور یہ خوبیاں عربی میں بدرجہ اتم موجود ہیں جبکہ دنیا کی مشہور ترین زبانیں حتیٰ کہ مصنوعی زبانیں جن کی اختراع کا مقصد ہی ان خواص کا حصول تھا، عربی سے پیچھے ہیں۔

بوڈمر کی تجاویز:...... ''دی لوم آف لینگویج'' کے مصنف بوڈمر (BODMER) نے اپنی اسی کتاب کے دسویں

باب میں نام نہاد عالمی اور گیارہویں باب میں مصنوعی زبانوں پر تنقید کے بعد عالمی زبان کے بارے میں حسب ذیل خوبیوں کو ضروری قرار دیا ہے:

(۱) کلمات مفرد ہوں......(۲) ذخیرۂ الفاظ لاطینی الاصل ہو......(۳) ذخیرۂ الفاظ ایک ہزار کلمات سے زائد نہ ہو......(۴) ہجے (SPELLING) درست ہوں......(۵) حروف ابجلہ سادہ ہوں......(۶) قواعد (GRAMMER) مختصر اور جامع ہوں۔

"بوڈمر" کے نزدیک کلمات کے مفرد ہونے کا وہ مفہوم نہیں جو اختصار کے عنوان کے تحت بیان کیا گیا ہے، جس کی مثال "معبد" اور "عبادت خانے" کی ہے، بوڈمر جس مفرد کی حمایت کرتا ہے، اس کا مفہوم یہ ہے کہ دو کلمات کو ملا کر ایک مفرد نہ بنایا جائے بلکہ دونوں کلمات کو الگ الگ مفرد حیثیت سے استعمال کیا جائے، مثال کے طور پر اردو کا کلمہ "امر" ہے، یہ دراصل دو کلموں "ان" اور "مر" سے مل کر بنا ہے، اس لئے "امر" (جاودان) "بوڈمر" کے خیال کے مطابق مفرد نہیں رہا، اس کی تجویز یہ ہے کہ "ان" اور "مر" دونوں کو الگ الگ رکھا جائے تاکہ دونوں الگ الگ مفرد رہیں۔

"بوڈمر" کی یہ تجویز عربی کے علاوہ دوسری زبانوں کے پیش نظر درست ہے، اس لئے کہ اس نوعیت کے مفرد کلمات جو دراصل مرکب ہیں، اجنبی معلوم ہوتے ہیں اور نو آموز کے لئے مشکلات کا باعث بن جاتے ہیں لیکن عربی میں اس قسم کا کوئی خطرہ نہیں، اس لئے عربی کو عالمی زبان کے طور پر پیش کرتے ہوئے ہم اس تجویز کی تائید نہیں کر سکتے، عربی میں قواعد کے مطابق اس قسم کے کلمات بنائے جاتے ہیں اور یہ طریقہ اختصار میں مدد و معاون ثابت ہوتا ہے۔ "عبادت خانہ" بوڈمر کی تجویز کے مطابق اچھا کلمہ ہے لیکن ہماری تجویز "معبد" کو اپنانے کی ہے، اس لئے ع، ب، د، مادے کے پیش نظر "معبد" اجنبی نہیں بلکہ اسی سے اسم ظرف کے قاعدے کے مطابق بنایا گیا ہے۔

دوسری تجویز کہ ذخیرہ الفاظ کا ماخذ لاطینی زبان ہو، ظاہر ہے کہ ہم اس کی تائید نہیں کر سکتے، ہاں اگر صرف براعظم یورپ کے لئے اور وہ بھی "سلاؤ" زبانیں بولنے والوں کو خارج کر کے باقی اقوام کے لئے ایک مشترک زبان بنانا مقصود ہو تو یہ تجویز مفید ہو سکتی ہے، لیکن عالمی زبان کے لئے یہ تجویز نہ صرف بے سود بلکہ حد درجہ مہلک اور خطرناک ہے۔

تیسری تجویز کہ ذخیرۂ الفاظ ایک ہزار تک محدود ہو، کسی حد تک درست ہے لیکن عربی میں چونکہ قواعد کے مطابق نئے الفاظ بنائے جا سکتے ہیں، اس لئے عربی ذخیرہ الفاظ تین چار ہزار تک بڑھایا جا سکتا ہے، البتہ مادوں کی تعداد کا محدود ہونا ضروری ہے۔

باقی تینوں تجویزیں معقول اور قابل قبول ہیں، اور عربی میں ان کی حیثیت ہے؟ یہ بات ہماری گزشتہ معروضات سے واضح ہو جاتی ہے۔

چہ باید کرد:......اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ عربی کو عالمی زبان کا درجہ دینے کے لئے کام کا آغاز کہاں سے کیا جائے؟ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ کام حکومتوں اور خاص کر اسلامی ملکوں کی حکومتوں کے کرنے کا ہے، لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ

ہم جو بااختیار لوگ نہیں ہیں، ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا بنے بیٹھے رہیں اور کچھ نہ کریں۔

قرآن کریم میں کم وبیش ڈیڑھ ہزار مادے ہیں، ان میں سے ایک ہزار کے قریب مادے منتخب کر کے انہیں عالمی زبان کے ذخیرہ الفاظ کے طور پر مخصوص کر دیا جائے، پھر آسان اور جامع قواعد کی مدد سے ان مادوں سے نئے الفاظ بنائے جائیں اور انہیں سادہ نحوی قوانین کی رو سے مرکبات اور جملوں میں استعمال کے قابل بنایا جائے۔

قرآن کے مادوں کی اہمیت کسی سے پوشیدہ نہیں، دنیا بھر کے مسلمان ان کے تلفظ اور کسی حد تک مفہوم سے واقف ہیں، اس طرح اگر قرآنی مادوں پر مشتمل عربی کو عالمی زبان بنانے کا طریقہ اختیار کیا گیا تو پہلے روز ہی اسی ،نوے بلکہ ایک عرب انسان اس کی تائید کریں گے اور دنیا کے ہر خطے میں اس کی درس وتدریس کا سلسلہ شروع ہو جائے گا اور صرف پانچ سال کے مختصر سے عرصہ میں کوئی مسلمان کسی اسلامی ملک میں اجنبیت محسوس نہیں کرے گا، ہر جگہ اور ہر ملک میں عربی جاننے والے موجود ہوں گے اور جو مسلمان جہاں جائے گا، عربی کی مدد سے اپنا مدعا بیان کر سکے گا اور جو کتاب جہاں شائع ہوگی، دنیا بھر کے مسلمان اسے پڑھ سکیں گے۔

میری ناقص رائے یہ ہے کہ عربی مدارس کے اساتذہ کرام آپس میں مشورہ کر کے پہلے قرآن کریم کے مادوں کا جائزہ لیں، روزمرہ کی عام بول چال میں کام آنے والے مادوں کو الگ کریں اور ان سے مشتقات بنانے کے قواعد مرتب کریں، اس کے بعد پہلے عربی مدارس میں اس آسان اور بنیادی بول چال کی عربی کو رائج کریں تاکہ فارسی وغیرہ کی ابتدائی کتابوں کی تدریس سے پہلے طلبہ کو عربی میں بول چال کی مشق کرائی جائے اور اس کے بعد اعلیٰ درجوں میں اظہار خیال کا واحد ذریعہ یہی اساسی عربی ہو، یقین ہے کہ عربی مدارس میں عربی کے رواج کے بعد سرکاری مدارس اور جامعات بھی علمائے کرام کی تقلید میں سعادت محسوس کریں گے۔

یہ سوچنا کہ ابتدائی جماعتوں کے طلبہ کا عربی میں گفتگو کرنا مشکل ہے، میرے نزدیک غلط اور احساس کمتری کا آئینہ دار ہے، اگر ہمارے بچے انگلش میڈیم اسکولوں میں پہلی جماعت ہی سے انگریزی بولنا شروع کر سکتے ہیں، تو عربی مدارس کے متبدی جو نسبتاً زیادہ محنت کے عادی ہوتے ہیں اور رات دن مدرسے کے ماحول میں رہتے ہیں، آسان عربی کیوں نہیں سیکھ سکتے۔

دنیا بھر کے بالغ چھ ہفتوں میں ''اسپرانتو'' اور تین ماہ میں بنیادی انگریزی (BASIC ENGUSH) سیکھ کر انہیں اظہار خیال کا ذریعہ بنا سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ عربی مدارس کے طلبہ آسان عربی کو افہام وتفہیم کا وسیلہ بنا سکیں......اس ابتدائی جدوجہد کے ساتھ ساتھ ہمیں اس غلط رجحان کو روکنے کی بھی کوشش کرنی چاہئے جو ترکی، فارسی، اردو، ملائی اور انڈونیشیائی زبانوں سے عربی الاصل کلمات کے اخراج کا باعث بن رہا ہے، مسلمان ملکوں میں نیا نام نہاد ادب عربی، کلمات کے خلاف جس سازش کا نتیجہ ہے، اس پر مستقل مقالے کی ضرورت ہے۔

☆......☆......☆